تفسیر ماتریدی

تاویلات اهل السنه

(۴)

محمد صغیر حسن معصومی

(۳) یا اللہ تعالی نے منافقین کے ساتھ مومنین کے استہزاء کو اپنی ب منسوب کیا ہے جیسا کہ ہم مخادعت کی تفسیر میں ذکر کرچکے ہیں۔

نیز استہزاء کی کیفیت کے بیان میں مختلف اقوال ہیں :

(۱) کلبی[1] کا قول ہے استہزاء کی کیفیت یہ ہوگی کہ جنت کا دروازہ

محمد بن سائب بن بشر بن عمر و بن الحارث کلبی نام، ابو النضر کنیت ہے۔ علم الانساب کا مشہور راوی، ایام عرب، تفسیر و اخبار کا عالم، اہل کوفہ میں سے تھا، یہیں پیدا ہوا اور یہیں وفات پائی، بنو قضاعہ کے کلب بن وبرہ کے خاندان کا فرد ہونے کی وجہ سے کلبی مشہور ہوا۔ ابن الندیم کا بیان ہے : والی بصرہ سلیمان بن علی العباس نے بصرہ میں اس کو طلب کیا اپنے گھر میں بٹھایا، اور لوگوں کے سامنے کلبی قرآن حکیم کی آیتوں کی تفسیر بیان کرنے لگا، تاکہ لوگ لکھتے جائیں۔ جب سورہ براءۃ کی ایک آیت کی تفسیر اس آیت کی مشہور تفسیر کے خلاف بیان کی تو لوگوں نے کہا کہ ہم اس تفسیر کو نہیں لکھتے۔ محمد کلبی نے کہا واللہ میں ایک حرف بھی املا نہیں کرتا جب تک کہ اس آیت کی تفسیر نہیں لکھی جاتی کہ یہ اللہ کے نازل کردہ کے موافق ہے۔ یہ بات سلیمان بن علی تک پہنچائی گئی، انہوں نے حکم دیا، لکھو جو یہ کہتا ہے، اور اس کے ماسوا کو چھوڑو، ابن الاشعث کے ساتھ کلبی واقعہ دیر الجماجم میں موجود تھا۔

کلبی نے قرآن کی تفسیر میں ایک کتاب لکھی ہے، اور وہ ضعیف الحدیث ہے۔

نسائی فرماتے ہیں : اس سے ثقہ لوگوں نے حدیث بیان کی ہے اور تفسیر میں لوگوں نے پسندیدہ کہا ہے، البتہ حدیث میں اس سے منکر باتیں مروی ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ سبائی یعنی عبداللہ بن سبا کے متبعین میں سے تھا، جس کا عقیدہ تھا کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ مرے نہیں اور عنقریب ظاہر ہوں گے اور دنیا کو جورو ظلم کے بدلے عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔

امام احمد اس کی تفسیر کے بارے میں فرماتے ہیں : ''اول سے آخر تک جھوٹ ہے، اس میں نظر و تامل حلال نہیں''۔ اور شوکانی کہتے ہیں : ''من جملہ ان تفاسیر کے جن پر اعتماد نہیں کیا جاتا ہے ابن عباسؓ کی تفسیر ہے کیونکہ تفسیر کلبی، سدی اور مقاتل جیسے کذابین کے طرق سے مروی ہے''، اسی مفہوم کا ذکر سیوطی نے کیا ہے، اور ان سے پہلے ابن تیمیہ نے اسی مفہوم کو بیان کیا ہے۔

کلبی کی کنیت ابو ہاشم بھی ہے اور کتاب الاصنام اس کی تصنیف ہے۔ تفصیل دیکھئے : تہذیب التہذیب ۹/۱۷۸، وفیات الاعیان ۱/۴۹۳، میزان الاعتدال ۳/۶۱، الوافی بالوفیات ۳/۸۳، المعارف لابن قتیبة ۲۳۳، الفہرس لا بن الندیم ۹۵، الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعه للشوکانی ص ۳۱۶، الاعلام الزرکلی ۷/۳۔

ان کے لئے کھولا جائیگا ، جب یہ منافقین دروازے سے قریب ہولگے تو ان پر دروازہ بند کر دیا جائیگا ، اگر یہ کیفیت استہزاء تو کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ یہ ویسا ہی ہے جیسا وہ کہتے تھے۔

(۲) بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ اس استہزاء کی کیفیت یہ ہے کہ اہل جنت کے لئے ایک روشنی بلند کی جائے گی جس کی روشنی میں لوگ چلیں گے تو منافقین بھی لوگوں کے ساتھ چلنے کا قصد کریں گے، مگر ایمان والے روشنی بجھا دیں گے اور یہ لوگ متحیر رہ جائیں گے، یہ قرآن پاک کی آیت جو ان کے قول کی حکایت میں ہے ، کے مفہوم کے مطابق ہے : " انظرونا الخ ہمیں دیکھنے دو تمہاری روشنی سے ہم بھی خوشہ چینی کرلیں ، کہا جائے گا تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر روشنی کے لئے التماس کرو (الحدید : ۱۳)"۔

(۳) یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان منافقین کو دنیا میں وہ ساری ظاہری نعمتیں دی جائیں گی کہ ان سے نفع اٹھا لیں، جن کی موافقت کا کھلم کھلا اظہار کرتے تھے، مگر آخرت میں ان نعمتوں سے وہ محروم کر دئے جائیں گے کیونکہ در پردہ اپنے دل اختلاف و دشمنی کو انھوں نے چھپا رکھا ہے۔

وقوله : "و یمدهم فی طغیانهم یعمهون: اللہ تعالی انہیں دراز کریگا کہ وہ اپنی سرکشی میں حیران رہ جائیں گے"، یہ آیت اس قوم کے بارے میں ہے جس کے متعلق اللہ تعالی کو علم ہے کہ وہ ایمان دار نہیں ہیں، چنانچہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: "آپ انکو (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم)" ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے"، البتہ فرق یہ ہے کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں ہے، اور پہلی آیت کا نزول کفار کے بارے میں تھی۔

اس آیت پاک کا مفہوم معتزلہ کی رائے کی تردید کرتا ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ اختیار کی حالت میں اللہ تعالی ہمیں مقدر کریگا کہ انکو

نے۔ اللہ عز وجل ان کو لمحات صرف اضطراری حالت میں بخشے گا، چنانچہ ارشاد ہوا کہ اللہ تعالی سرکشی کرنے پر انھیں سرزنش کرے گا۔

وقولہ : "ویمدھم" کا مفہوم ہے اللہ تعالی ان میں سرکشی کے فعل و پیدا کردے گا۔

یہ احتمال بھی ہے کہ اس کا مفہوم ہے کہ انھیں ذلیل کرے گا اور ہیں چھوڑ دے گا کہ اپنے آخر عمر تک جو سرکشی کرنا چاھیں اختیار کریں۔

یہ بھی احتمال ہے کہ انھیں ھدایت نہ کرے، اور نہ توفیق بخشے۔

آیت پاک میں 'دراز کرنے' کی نسبت اللہ تعالی کی طرف ہے، اور 'مد' کی اضافت طغیان پر صرف مدح کے لئے کی جاتی ہے، اور مدح، جیسا ھم بیان کرچکے، تین طرح ھوتی ہے، البتہ اس سے یہ بات ظاھر ہے کہ جب اللہ بزرگ و برتر طغیانی و سرکشی میں درازی عطا کرتا ہے تو اس کی ضد یعنی ایمان کے فعل پر بھی قادر ہے، تو یہ بات ثابت ھوئی کہ اللہ تعالی بندوں کے افعال کا خالق ہے، کیونکہ معتزلہ کا قول ہے کہ قدرت تامہ وھی قدرت ہے جو ایک شے پر قادر ھو تو شے کی ضد پر بھی قادر ھو۔

عمہ [1] لغت میں حیرت (کو کہتے ھیں)۔

قولہ : اولئك الذین اشتروا الضلالة بالھدی": یہی لوگ ھیں جنھوں نے ھدایت کے بدلے گمراھی خریدلی ہے، یعنی گمراھی کو اس ھدایت کے خلاف جس کی طرف بلائے جاتے ھیں۔ اختیار کرلیا کیونکہ ان کو ھدایت سے کوئی واسطہ نہ تھا، (کہ کہا جائے کہ) انھوں نے گمراھی کے عوض ھدایت چھوڑ دی۔

یہ عبارت ویسی ھی ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے : یخرجھم من الظلمات

---

(۱) منع و فرح کے مثل عمہ عمہا و عموھا و عموھۃ و عمھانا : گمراھی میں متردد رھا، راستے یا کسی جھگڑے میں حیرت زدہ رھا یا حجت کو نہ پہنچا۔ دیکھئے اللسان، صحاح ، اور قاموس۔

الخ (البقرہ: ۲۵۷) انھیں تاریکیوں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔ اور جو لوگ کفر کرتے ہیں ان کے دوست شیطان (طاغوت) ہیں جو ان کو نور سے تاریکیوں کی طرف نکالتے ہیں۔ بے غیر اس کے کہ وہ نور میں ہوتے۔ اسی طرح اوا الذکر لوگوں نے شروع ہی سے گمراہی کے عوض ہدایت کو چھوڑ دیا، کہا گیا ہے کہ ضلالت ہلاکت کو (کہتے ہیں) یعنی انھوں نے اس چیز کے خلاف جس سے انھیں نجات ملتی ایسی چیز کو اختیار کیا جس سے ان کی ہلاکت (یقینی) ہے۔ اگر چہ ان کا یہ قصد نہیں ہے کہ نجات دہندہ شے کے عوض ہلاکت خریدیں۔ اسی طرح اللہ فرماتا ہے: "فما اصبرھم علی النار (البقرہ: ۱۷۵) آگ پر یہ کتنا صبر کرنے والے ہیں!" (ظاہر ہے) کوئی شخص آگ پر صبر نہیں کرتا۔ تو اصل مفہوم ہے کہ ایسے عمل پر جس سے آگ میں جلنا ضروری ہے کتنا صبر کرنے والے ہیں! اسی طرح اللہ کا قول: بئسما اشتروابه انفسهم (البقرہ: ۹۰) ہے۔ یعنی کتنا برا ہے کہ ایسی چیز کو انھوں نے اختیار کیا جس سے ان کی ذات کی ہلاکت (یقینی) ہے اور ایسی چیز کے عوض (اختیار کیا) کہ جس سے ان کی نجات ہوتی۔

—••—••—

یہ آیت لفظ بیع کے بغیر بیع (خرید و فروخت) کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے کہ یہ لوگ لفظ بیع زبان سے ادا نہیں کرتے تھے، البتہ ہدایت ترک کرتے اور گمراہی کو اختیار کرتے تھے۔

ہر وہ (صورت جس میں) ایک شخص کسی چیز کو کسی دوسرے کے لئے چھوڑے تاکہ دوسرا شخص کسی شے کے بدلے اس چیز کو لے لے بیع ہے، اگرچہ جانبین بیع کی بات نہ کریں۔

اسی قسم کا قول ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: "ان اللہ اشتری من المومنین انفسهم (التوبة: ۱۱۱)، اللہ تعالی نے ایمان والوں سے ان کی ذاتوں

خرید لیا ہے"۔ خریدنا مال کے بدلے میں ہے۔ اور النفس کو اللہ جلشانہ نے لئے اس وعدے پر کرلیا کہ ان کو جنت عطا کی جائے گی۔

وقولہ : "فما ربحت تجارتھم وما کانوا مھتدین، تو ان کی تجارت نے نہ دیا اور نہ وہ لوگ ھدایت یافتہ تھے"۔

یعنی انھوں نے اپنی تجارت میں فائدہ نہ اٹھایا کیونکہ تجارت خود نہیں اٹھاتی، (البتہ تجارت سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے)، کبھی ایک ی کا نام اس کے سبب کے نام پر رکھتے ھیں - جیسے اللہ جلشانہ کا قول ہے : جعلنا اللیل لیسکنوا فیہ والنھار مبصرا،، (النمل : ٨٦) (یعنی ھم نے رات کو ، لئے بنایا کہ لوگ سکون کے ساتھ رھیں، اور دن کو بصارت والا بنایا)،، الالکہ دن نہیں دیکھتا، البتہ دن میں (اشیاء) دکھائی دیتی ھیں ۔

یہ (استعمال) لغت میں مقبول ہے، کسی شئے کو اس کے سبب کا نام بنا جایز ہے۔:

پھر اللہ تعالی کے قول " فماربحت تجارتھم ،، (تو ان کی تجارت نفع بخش نہیں ہے) میں نفع کی نفی ہے ظاھر میں اصل کی نفی نہیں ہے:۔ البتہ نفی کی دو صورتیں ھیں :

(١) کسی شے کی نفی سے اس کی ضد کا ثبوت واجب ہے، یہ صفت کی نفی کی صورت ہے، جیسے تم کہتے ھو: فلاں شخص عالم ہے، تو تم نے اس شخص سے جہل کی نفی کردی۔ اسی طرح 'فلاں جاھل ہے، اس فلاں سے علم کی نفی ھوگئی۔

(٢) کسی شے کی نفی سے اس کی ضد کا ثبوت واجب نہیں، یہ اعراض کی نفی کی صورت ہے، کیونکہ ایک رنگ کی نفی سے ضروری نہیں کہ اس رنگ کی ضد رنگ کا ثبوت ھو۔

اللہ تعالی کا فرمان ''فماربحت تجارتھم،، اصل کی نفی کرتا ہے، گو اللہ تعالی نے یہ فرمایا : بلکہ ان کی تجارت نقصان دہ ہوئی۔ یعنی ضد کے اثبات کو واجب گردانا ۔اس (مفہوم کے ثبوت کی) دلیل اللہ تعالی کا قول: ''بئسما اشتروابہ انفسھم،، (برا ہے وہ جس کے بدلے انھوں نے اپنے نفسوں کو بیچا، البقرہ : ٩٠)، اور ''لبئس ما کانوا یعملون،، (برا ہے وہ جو وہ کرتے تھے، المایدہ : ٦٢) ۔

وقولہ : مثلھم کمثل الذی استوقد نارا فلما اضاءت ماحولہ ذھب اللہ بنورھم و ترکھم فی ظلمات لا یبصرون، ان کی مثال ایسی ہے کہ کسی نے آگ روشن کی، جب اس کے ارد گرد روشنی ھی روشنی تھی اللہ نے ان کی روشنی کو بجھا دیا اور ان کو سخت تاریکیوں میں چھوڑ دیا کہ کچھ نہیں دیکھتے ھیں،، ۔

اس آیت کے شان نزول کے متعلق مختلف روایتیں ھیں :

کسی نے بیان کیا کہ یہ آیت منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ یہ آیت منافقین کے ذکر کے بعد واقع ہے۔ یعنی آیت : ''و اذا لقو الذین امنوا،، (البقرہ : ١٤) کے بعد واقع ہے۔

کسی نے یہ بیان کیا کہ یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ یہود کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، یعنی اللہ تعالی کے قول : ''ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یومنون (البقرہ : ٦) کے بعد واقع ہے۔

احتمال یہ ہے کہ یہ آیت دونوں فریق کے بارے میں نازل ہوئی ہے

حضرت ابن عباسؓ سے روایت بیان کی گئی ہے، آپ نے فرمایا کہ یہ مرتبستہ ہے، ان کے قول کا مقصد یہ نہیں کہ مفہوم ظاہر نہیں کیونکہ اللہ تعالی نے ایک مثل بیان کیا ہے، اور امثال اس لئے بیان کئے جاتے ہیں

جھنے میں سہولت ہو نہ یہ کہ بعید از فہم ہو، تو ظاہر ہے ان کے قول ان ھذا من المکتوم،، (یہ ایسا امر ہے جو چھپا ہوا ہے) سے یہ مراد نہیں کہ حضرت ابن عباس مفہوم کو نہیں سمجھے اور ان کی سمجھ میں مطلق کچھ نہ آیا، بلکہ ''پوشیدہ،، سے انکا مقصد یہ ہے کہ انھیں علم نہیں کہ کس ریق کے بارے میں آیت نازل ہوئی ہے، تو دونوں باتوں کا احتمال ہے، واللہ اعلم۔

وقولہ عزوجل : ''مثلھم کمثل الذی استو قد نارا ، الایۃ،

احتمال یہ ہے کہ (ضمیر 'ھم، کی) اضافت ان منافقین کی طرف ہے جن کا ذکر اللہ تعالی کے قول : ''ومن الناس من یقول امنا باللہ (البقرۃ : ٨) اور فرمان خداوندی : ''و اذا لقوا الذین امنوا قالوا امنا (البقرۃ : ١٤، ٧٦) میں ہوچکا ہے۔ اور اس کی وضاحت چند وجوہ سے ممکن ہے :

(١) انھوں نے اولیا اللہ کو دھوکا دینا چاھا اور ان کے ساتھ ہنسی ٹھٹھا کا ارادہ کیا، اس لئے اللہ تعالی نے اس طرح دنیا اور آخرت دونوں میں ان کی فضیحت کی۔

دنیا میں اس طرح ذلیل اور خوار ہوئے کہ اللہ تعالی نے ان کے بھید کو ظاہر کردیا، اور اولیا کو ان کے باطن سے آگاہ کردیا چنانچہ دوسروں کو دھوکا دینے کا وبال خود ان پر لوٹ آیا۔ اور ان کی سزا یہ ہوئی کہ ان کے دل کی بات سے لوگوں کو مطلع کردیا گیا۔ امن و بے خوفی ان کا مقصد تھا مگر اللہ تعالی نے اس امن کو خوف سے بدل دیا، چنانچہ اللہ تعالی نے ان کے متعلق یہ فرمایا کہ ''یخشون الناس (النساء : ٧٧)، لوگوں سے ڈرتے رہتے ہیں۔ نیز ''یحسبون کل صیحۃ علیھم (المنافقون : ٤) وہ خیال کرتے ہیں ہر چیخ کو اپنے خلاف یہ بھی فرمایا : ''رایت الذین فی قلوبھم مرض ینظرون الیک نظر المغشی علیہ من الموت (محمد : ٢٠) آپ دیکھیں گے ان لوگوں کو جن کے دلوں میں مرض ہے کہ وہ آپ کو اس طرح دیکھتے ہیں کہ ان پر موت

کی غشی طاری ہے"۔ اللہ تعالی نے یہ بھی فرمایا: "فاذا جاءالخوف رایتہم ینظرون الیك" (الاحزاب: ۱۹) تو جب ڈر آجاتا ہے تو آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ آپ کی طرف نظر اٹھاتے ہیں۔ نیز اللہ کا فرمان ہے: "یحذر المنافقون ان تنزل علیہم: (التوبة: ۶۴) منافقین ڈرتے ہیں کہ کہیں ان پر اتارا نہ جائے (کوئی عذاب)"۔

یا (مومنین کو اس طرح دھوکا دیتے تھے کہ) دین کی موافقت کا اظہار برملا کرتے تھے تاکہ اپنے لئے عزت و شرافت حاصل کریں، اسی طرح کافروں سے کہتے تھے کہ وہ مومنین کو ایمان کے اظہار سے دھوکا دے رہے ہیں اور ان کے ساتھ استہزاء کر رہے ہیں، تو ان کافروں کو یقین دلا دیا گیا کہ اسی طرح وہ مومنین سے کہتے ہیں کہ وہ کافروں کے ساتھ ٹھٹھا کرتے ہیں، اس طرح اہل نفاق دونوں کے سامنے ذلیل کئے گئے، چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا: "ما ہم منکم ولا منہم (المجادلہ: ۱۴) (یہ منافقین) نہ تم میں سے ہیں نہ ان میں سے"۔ مزید فرمایا: "مذبذبین بین ذلك لا الی ھولاء الخ (النساء: ۱۴۳) (یہ لوگ) پس و پیش میں ہیں درمیان میں، نہ ان کی طرف ہیں نہ ان کی طرف"۔ غرض جو شرافت و عزت حاصل کرنا چاہتے تھے ان سے ان کو

نظ محروم کردیا گیا اور ان کے بدلے ان کو ذلت و خواری ملی، (م۔ظ)۔

ایسی حالت میں ان کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے آگ روشن کیا کہ نور سے روشنی حاصل کرے، اور گرمی سے لطف اندوز ہو، کہ ناگاہ اللہ تعالی نے آگ کی روشنی کو گل کردیا، اور اس طرح روشنی حاصل کرنے اور نفع اٹھانے کی امید جاتی رہی۔ اور اللہ تعالی نے اس عذاب میں مبتلا کیا کہ ہر وقت ڈر تھا کہ اس آگ سے قریب ہوئے تو جل نہ جائیں، نیز ان فوائد کے بدلے جن کی امید تھی کہ جاڑے میں اس کی گرمی روشنی وغیرہ سے مستفید ہوں گے نیز غذا تیار کرنے کے مواقع باسانی حاصل ہوں گے یہ مصیبت آن پڑی کہ آنکھ کی بینائی جاتی رہی۔

غرض اللہ تعالی کے فرمان ''وھو خادعھم،، نیز ''واللہ یستھزی بھم،، مفہوم واضح ہو گیا، کیونکہ انھوں نے امن حاصل کرنا چاھا تھا، سزا میں ن کو خوف ملا، عزت طلب کی تھی، ذلت نصیب ہوئی۔ اسی طرح آگ روشن کرنے والے کی روشنی جاتی رہی، واللہ اعلم،

اسی طرح کا مفہوم ہے اللہ تعالی کے فرمان ''اولئك الذین اشتروا الضلالة بالھدی،، کا، یعنی انھوں نے گمراھی اختیار کی جب اپنے شیاطین کے پاس گئے، اور اس (ہدایت) یعنی رہنمائی کو کھویا جس کا اظہار ایمان والوں کے سامنے کیا کرتے تھے۔

نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کا ان سے استہزاء کرنا اور ان کو دھوکا دینا (در حقیقت) اللہ تعالی کے اولیاء کا فعل ہے کہ انھوں نے منافقین کے دل کی باتوں پر اطلاع پاکر ان کے مرتبہ کو گھٹا دیا، پھر یہ منافقین ان کی آنکھوں میں ذلیل ہوئے۔ اس طرح استہزاء کی نسبت اللہ کی طرف کی گئی ہے کہ اللہ تعالی کے ایماء سے انھوں نے ایسا کیا۔ چنانچہ ایمان والوں کو دھوکا دینا اللہ تعالی کو دھوکا دینے کے مرادف قرار دیا گیا ہے کیونکہ منافقین نے اللہ تعالی کے دین کے بارے میں مومنین کو دھوکا دیا۔ واللہ اعلم۔

اس تاویل کی بنا پر ان لوگوں کا قول قابل قبول نہیں رہتا جن کا گمان ہے کہ آیت زیر بحث کافروں کی شان میں نازل ہوئی۔ کیونکہ یہ منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتے تھے اس لئے کہ یہ لوگ حضورؐ کی صفات توراۃ اور انجیل میں پڑھ چکے تھے۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نیک کام کرنے کا حکم دیتے ہیں، (الاعراف: ۱۵۷)، ''اور محمد اللہ تعالی کے رسول ہیں،، محمد رسول اللہ۔ آخر سورت تک، الفتح: ۲۹) نیز اللہ بزرگ و برتر فرماتا ہے: وہ لوگ حضور کو ایسا جانتے ہیں جیسے یہ لوگ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں (البقرہ: ۱۴۶، الانعام: ۲۰)۔ پھر اللہ جلشانہ کا

فرمان ہے : ”اور وہ لوگ کفر کرنے والوں پر فتح حاصل کرنا چاہتے تھے، تو جب ان کے پاس وہ آگیا جس کو جانتے تھے، انھوں نے اس کا انکار کیا،،۔

منافقین آگ روشن کرنے والے کے مانند تھے۔ یعنی ایندھن کے طالب تھے کہ اس سے روشنی حاصل کریں۔ تو جب ان کو کامیابی ہوگئی اللہ تعالی نے ان کی روشنی کو یہ جاننے کے بعد کہ آگ کی روشنی سے فائدہ اٹھائیں گے گل کردیا، تو اب اس سے کوئی فائدہ نہیں رہا۔

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت صرف حسد اور سرکشی کے خیال سے انھوں نے کفر کیا۔ کیونکہ یہ نبی ان میں سے نہیں غیروں میں سے تھے، یا انھوں نے اس لئے کفر کیا کہ انھیں ڈر ہوا کہ مومنین ان کے مال و دولت غذا وغیرہ سب پر قابض ہو جائیں گے کیونکہ انھیں ایمان کی منفعت کا اندازہ تھا، ولاقوۃ الا باللہ۔

آخرت میں ان کی تذلیل اس طرح کی جائے گی کہ انھوں نے مومنین کو دھوکا دینا چاہا۔ ظاہر میں ان کے دوست بنے۔ منافع یعنی غنیمت، وراثت، شادی بیاہ میں شریک رہے، اور باطن میں ان کی مخالفت کی۔ اسی طرح اللہ تعالی نے موجودہ دنیا کے ظاہری منافع میں شریک بنایا البتہ آخرت کے باطن و غائب دینی منافع سے ان کو محروم رکھا۔ دنیا میں ان کو مومنین کا شریک دکھایا اور آخرت میں ان سے دور بہت دور رکھا۔ تو جیسا کہ انھوں نے ظاہر میں موافقت کا اور باطن میں مخالفت کا اظہار کیا، اسی طرح آگ جلانے والے نے اپنی طرف سے اپنے فعل سے آگ کی روشنی کی رغبت کا اظہار کیا، مگر اللہ تعالی نے اس کو آنکھ کی روشنی سے محروم کردیا، تو آگ کی روشنی کی منفعت سے بھی وہ شخص محروم ہو گیا۔ (باقی)